مولانا محمد عبید اللہ عفیف

الاستفتاء

وزیر آباد سے جناب محمد اسماعیل مشہدی لکھتے ہیں:

جناب مولانا صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مولوی ابو داؤد محمد صادق حنفی بریلوی نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر ناظر ہونے کے ثبوت میں ایک اشتہار لکھا ہے۔ جس کے کالم نمبر۲ میں لکھا ہے: "النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم"، (۲/۲۳، ۱۷ رکوع)

اس آیت مبارکہ میں مؤمنین کے ساتھ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے قرب اور نزدیکی کا بیان ہے کہ جس سے زیادہ قرب و نزدیکی نہیں ہو سکتی۔ جب آپؐ مومنوں کی جانوں سے بھی ان کے اتنے قریب و نزدیک ہیں تو پھر آپؐ کے حاضر و ناظر ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ تفسیر معالم خازن، مظہری وغیرہ میں اس آیت کے تحت سرکار کا اپنا ارشاد منقول ہے کہ: "نہیں کوئی مومن مگر یہ کہ میں دنیا و آخرت میں سب لوگوں سے بڑھ کر اس کے قریب ہوں۔ اگر چاہو تو یہ آیت النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم" پڑھو"

مزید فرمایا: " ان اولی الناس بی المتقون من کانوا حیث کانوا" بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح ص۴۶۳ ——— آپ اس اقتباس کا محققانہ طریق سے جواب دیں اور "ترجمان الحدیث" میں شائع فرمادیں۔ جزاکم اللہ!

الجواب:

اقول وباللہ التوفیق!

واضح ہو کہ باطل مکاتب فکر اور شرک کے رسیا حضرات کی ایک خاص تکنیک اور مخصوص ذہنیت ہوتی ہے جو ان کی تحریروں میں صاف نظر آتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ دلائل و براہین کے نام سے جعل سازی، خدع،

عیاری اور فریب کاری ۔ بس یہی ان کا مبلغ علم اور سرمایۂ تحقیق ہوتا ہے ۔ چنانچہ یہی ذہنیت یہاں بھی کارفرما
اگر فرصت ہوتی تو میں اس اقتباس پر مفصل تبصرہ کرتا ۔ تاہم تعمیل ارشاد میں مظہری اور مرقات شرح مشکوٰۃ
پوری عبارت پیش خدمت ہے ۔ آپ اس عبارت سے مولوی ابو اؤد صاحب بریلوی کی دیانتداری کا ا
کرسکیں گے ۔ چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی مرحوم اپنی تفسیر مظہری میں رقمطراز ہیں :

"النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم یعنی من بعضھم لبعض فی نفوذ الحکم علیھم ووجوب طاعتہ علیھم فلا یجوز اطاعۃ الآباء والامہات فی مقابلۃ امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو اولی بھم فی الحمل علی کانت طاعتھم للنبی اولی بھم من طاعتھم لانفسھم وذالک لانہ عالم بمصالحھم ومفاسدھم بتعلیم اللہ تعالیٰ ولا یأمرھم ولا یرضیٰ منھم الا مافیہ صلاحھم ونجاحھم قال اللہ تعالیٰ حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم بخلاف انفسھم فانھا امارۃ بالسوء الامن رحم اللہ وھی ظلوم وجھول فیجب علیھم ان یکون الرسول احب الیھم من انفسھم فامرۃ النفذ علیھم من امرھا وشفقتہ اوفر من شفقتھا علیھا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین متفق علیہ من حدیث انس وعن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من مؤمن الا و انا اولی بہ فی الدنیا والآخرۃ اقرءوا ان شئتم النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم فایما مؤمن مات وترک مالا فلیرثہ عصبتہ من کانوا ومن ترک دینا اوضیاعا فلیأتنی فانا مولاہ رواہ البخاری ، تفسیر مظہری ص ۳۰۸ ج ۷ ، سورۃ احزاب ، انظر ایھا القاری المحترم کیف صرح صاحب المظھری القاضی ثناء اللہ الحنفی الفانی فی معنی النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم"

خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ جنگ تبوک کے وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو جہ
کی تیاری کا حکم دیا تو بعض صحابہؓ نے کہا کہ ہم اپنے والدین سے اجازت طلب کریں گے ۔ اگر اجازت مل گئی
جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوں گے ۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ والدین کی اطاعت پر نبی صلی ا
علیہ وسلم کی اطاعت مقدم ہے ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مو
کے مصالح اور مفاسد کے متعلق زیادہ بہتر جانتے ہیں ۔ چنانچہ حضرت انسؓ اور حضرت ابوہریرۃؓ کی احا

یہی مطلب ہے کہ اپنے نفسوں اور خواہشات پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت غالب ہونی چاہیئے۔ مشکوٰۃ کے حوالہ سے لکھی گئی حدیث صفحہ ۲۶۳ پر نہیں بلکہ صفحہ ۴۴۶ پر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب نے براہِ راست مشکوٰۃ سے حدیث نہیں لکھی بلکہ کسی رسالہ سے نقل کی ہے ورنہ وہ صفحہ نمبر غلط نہ لکھتے۔ بہرحال اس حدیث کا مطلب ملا علی قاری حنفی مرحوم کی مرقات شرح مشکوٰۃ سے نقل کئے دیتا ہوں۔ واضح رہے کہ ملا علی قاری کی مرقات پر حنفی بھائی بڑا ناز کرتے ہیں اور فخر سے کہتے ہیں کہ مشکوٰۃ کی شرح میں مرقات سب سے اچھی اور آخری شرح ہے۔ حضرت قاری لکھتے ہیں:

"ان اولی الناس بی ای بشفاعتی واقرب، الناس الی منزلتی المتقون من کانوا جمع باعتبار معنیٰ من والمعنیٰ کائنا من کان عربیا کان او عجمیا ابیض او اسود شریفا او وضیعا حیث کانوا ای سواء کانوا بمکۃ والمدینۃ او بالیمن والکوفۃ والبصرۃ فسرہ انظر الی رتبۃ اویس القرنی علی کمال التقوی وحالۃ جماعۃ من اکابر الحرمین الشریفین مع حرمان المنزلۃ بل من ایصال ضررھم الیہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی من بعض ذوی القربیٰ وحاصلہ انہ لا یضرک بعدک الصوری عنی مع وجود قربک المعنوی بی فان العبرۃ بالتقوی کما یستفاد من قولہ تعالیٰ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (الطلاق) من غیر اختصاص بمکان او زمان او نوع انسان ففیہ تحریض علی مراعاۃ التقوی المناسبۃ للوصیۃ عند المفارقۃ الصغری والکبری وقد قال تعالیٰ ولقد وصینا الذین اوتوا الکتاب من قبلکم وایاکم ان اتقوا اللہ مع ما فیہ من التسلیۃ لبقیۃ الامۃ الذین لم یدرکوا زمن الحضرۃ ومکان الخدمۃ ھذا الذی سنح لی فی ھذا المکان من حل الکلام علی ظھور المرام وقال الطیبی رحمہ اللہ لعل الالتفات کان تسلیا لمعاذ بعد ما نعی نفسہ الیہ یعنی اذا رجعت الی المدینۃ بعدی فاقتد باولی الناس وھم المتقون وکنی بہ عن ابی بکر الصدیق ونحوہ" (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صفحہ ۵۱، ۵۲، ج ۵ مطبع البابی مصر)

اس عبارت کا حاصل مطلب یہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی آخری وصیت کر کے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل کو یمن کی طرف بھیجتے ہوئے فرمایا کہ آئندہ شاید تم میری قبر ہی دیکھو گے تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرطِ جذبات سے پھوٹ پھوٹ کر رو دیئے۔ اس پر آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ بھئی رونے کی کیا بات ہے، کیونکہ آپ سمیت تمام عربی، عجمی، مکی، مدنی، کوفی، بصری اور یمنی تمام پرہیزگار یہ نسبت اور رول کے

میری شفاعت کے زیادہ مستحق ہوں گے۔ یا وہ میرے نزدیکی اور پڑوسی ہوں گے۔ قرب اور بعد کی مسافت کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ یہی صحیح ہے کیونکہ اویس قرنی باوجود دور ہونے کے تقویٰ کی وجہ سے بہ نسبت میرے کافر رشتہ داروں اور منافقین مدینہ میرے زیادہ قریب ہیں۔ اور میری شفاعت کے لئے قرب اور بعد کا اعتبار نہیں بلکہ قابلِ اعتبار تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم"

گویا اس وصیت میں آپؐ نے تقویٰ اور پرہیزگاری کی رغبت دلائی ہے۔ جیسے کہ "ولقد وصینا الذین اوتوا الکتاب" میں مفارقتِ صغریٰ (سفر) اور مفارقتِ کبریٰ (موت) میں تقویٰ کی وصیت فرمائی گئی ہے۔ علاوہ ازیں اس حدیث میں بعد میں آنے والی امت کو بھی تسلی دی گئی ہے کہ اگرچہ وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس کے فیوض اور دیدار سے محروم ہیں تاہم وہ بھی تقویٰ کے لحاظ سے میرے قریب ہوں گے۔ اور علامہ طیبی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ "آپؐ نے فرمایا، اے معاذ، جب تم میری موت کے بعد مدینہ واپس آؤ تو بہترین لوگوں یعنی ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ جیسے لوگوں کی اقتدار کرنا۔"

اب بتائیے کہ اس حدیث میں حاضر ناظر ہونے کی کون سی بات ہے؟ —— اگر آپؐ بعد از وصال بھی حاضر ناظر ہوتے تو آپؐ حضرت معاذؓ کو فرما دیتے کہ میں دنیا سے جانے کے بعد بھی آپ کے پاس ہوں گا، قبر کا نام لینے اور تقویٰ کی وصیت کرنے کی کیا ضرورت تھی اور شفاعت کی تسلی دینے کا کیا مطلب تھا؟ —— اور بقول علامہ طیبی ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ ایسے پرہیزگار لوگوں کی اقتدار کا حکم چہ معنی دارد؟

بالفرض اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آیت کا یہی معنی ہے کہ آپؐ حاضر ناظر ہیں، تو پھر تمام فوت شدہ مسلمان اور زندے بھی حاضر ناظر ہیں۔ کیونکہ آیت کے آخری الفاظ یہ ہیں:

"واولوا الارحام بعضهم اولی ببعض فی کتاب من المؤمنین والمهاجرین"

(الاحزاب: ۶)

گویا ہم سبھی ہر جگہ حاضر ناظر ہوئے۔ تو پھر آپؐ کی خصوصیت کیا رہی؟ علاوہ ازیں مولیٰ بمعنی "ذمہ دار" بھی آتا ہے۔ جیسے حضرت ابوہریرۃؓ کی حدیث میں آیا ہے کہ "مقروض مرنے والے اور بے سہارا بچوں کا میں ذمہ دار ہوں" چنانچہ صحیح بخاری کے حاشیہ پر امام ابن جوزی نے مولیٰ کے معنی "ولی" کئے ہیں۔ ملاحظہ ہو صحیح بخاری، صفحہ ۳۲۳ ج ۱، باب الصلوٰۃ علی من ترک دیناً! —— اصل الفاظ حاشیہ

میں یہ ہیں :

"انا مولاہ ای دلیتہ!"

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) میں مقروض کے قرضہ کا ضامن ہوں"۔ [1]

اور حضرت ابوہریرہؓ کی دوسری حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں :

"من ترک کلاً فالینا " (بخاری ص ۳۲۳ ج ۱)

لہٰذا معلوم ہوا کہ " اولی بالمؤمنین "کا معنی حاضر ناظر ٹھہرانا قطعاً صحیح نہیں بلکہ یہ تحریف قرآن ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس جرم عظیم سے محفوظ فرمائے ۔ آمین! لعل فیہ کفایۃ لمن لہ درایۃ !

(۲)

سوال : اگر ہم بارش کی وجہ سے مغرب اور عشاء اکٹھی کر سکتے ہیں تو کیا ظہر اور عصر بھی اکٹھی کر سکتے ہیں ؟ نیز جمع بین الصلوٰتین میں سنتیں معاف ہوتی ہیں یا نہیں ؟

(سائل ۔ ایضاً)

الجواب بعون الوہاب :

واضح ہو کہ بارش کی وجہ سے جمع بین الصلوٰتین جائز ہے اور جیسے مغرب و عشاء میں جائز ہے ویسے ہی ظہر اور عصر میں بھی جائز ہے ۔ کیونکہ جس حدیث سے مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کرنے کا استدلال کیا جاتا ہے ، اس حدیث میں ظہر اور عصر کی نمازوں کے جمع کرنے کا ذکر بھی موجود ہے ۔ چنانچہ سنن ابی داؤد میں ہے :

"عن عبد اللہ بن عباس قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ ثمانیا وسبعًا الظہر والعصر والمغرب والعشاء ۔ الخ " (صفحہ ۱۷۱ باب الجمع بین الصلوٰتین ، ج ۱ ، نیل الاوطار ، ص ۲۵۴ ، ج ۳ ۔۔۔۔ یہ حدیث متفق علیہ بھی ہے)

کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں آٹھ اور سات رکعات مدینہ میں اکٹھی پڑھائیں ۔ یعنی ظہر اور عصر کے چار چار فرض اور مغرب کے تین اور عشاء کے چار

---

[1] اسی سلسلہ مضمون کی ایک مفصل متفق علیہ حدیث ، شمارہ ہذا کے صفحہ ۴ پر ملاحظہ فرمائیں ۔ جس سے "النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم " کی تفسیر واضح ہوتی ہے ۔ (ادارہ)